شریعت و طریقت افکار اقبال کی روشنی میں

محمد مسعود احمد

اقبال نے تکمیل خودی کے لئے تین منزلیں قرار دی ھیں: اطاعت، ضبط نفس، نیابت الٰہی۔ شریعت منزل ''اطاعت،، ھے اور یہ بغیر دوسری منزل کے متصور و متحقق نہیں ھوسکتی۔ یہ دوسری منزل یعنی ضبط نفس طریقت ھے اور جب دونوں منزلوں تک رسائی ھو جائے تو پھر آخری منزل نیابت الٰہی ھے ع

اسی مقام سے ھے ظل سبحانی

شیخ احمد سرھندی نے اس آخری مقام کا اپنے مکتوب (بنام خواجہ محمد معصوم) میں اس طرح ذکر فرمایا ھے:

''عادت اللہ اس طرح جاری ھے کہ عرصہ' دراز کے بعد کسی خوش نصیب کو فنائے اتم کے بعد بقائے اکمل عطا فرماتے ھیں، یعنی اپنی ذات مقدس کا ایک نمونہ اس کو عنایت فرماتے ھیں اور اس کا قیام اب ذات کے ساتھ ھو جاتا ھے ــــ یہاں پہنچ کر انسانی کمالات ختم ھو جاتے ھیں اور انسان کی خلافت کا راز متحقق ھو جاتا ھے یعنی اس مقام پر انسان خلیفۃ اللہ بن جاتا ھے۔(۱)

بہر کیف اقبال نے سرھندی کے مشن یعنی وحدت شریعت و طریقت کو دوبارہ زندہ کرنے کی کوشش کی کیوں کہ وہ سمجھتے تھے کہ اسلامی سیرت کی تعمیر اسی طرح ممکن ھے۔ چنانچہ اکبر الہ آبادی کو ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ھیں:

''مجدد الف ثانی، عالم گیر اور مولانا اسماعیل شہید رحمتہ اللہ علیہم نے اسلامی سیرت کے احیاء کی کوشش کی مگر صوفیاء کی کثرت اور صدیوں کی جمع شدہ قوت نے اس گروہ احرار کو کامیاب نہ ھونے دیا۔ اب اسلامی جماعت کا محض خدا پر بھروسہ ھے۔

۱ ــ شیخ احمد سرھندی: مکتوبات شریف جلد سوم۔ مکتوب (۸۰) بحوالہ انوار مجددیہ از یوسف سلیم چشتی۔ مطبوعہ لاھور۔ ۱۹۶۱ع۔

میں بھلا کیا کرسکتا ہوں، صرف ایک بیچین اور مضطرب جان رکھتا ہوں ـ قوتِ عمل مفقود ہے ـ ہاں یہ آرزو رہتی ہے کہ کوئی قابل نوجوان جو ذوق خداداد کے ساتھ قوت عمل بھی رکھتا ہو مل جائے جسکے دل میں اپنا اضطراب منتقل کرسکوں ـ،، (۲)

اقبال کا جس اہم مسئلہ کی طرف اشارہ ہے اسکا اندازہ کچھ یوں ہوسکیگا کہ اکبر کے زمانے میں صوفیاء میں یہ عام خیال پیدا ہوگیا تھا کہ شریعت و طریقت دو علیحدہ چیزیں ہیں ـ شیخ احمد سرہندی نے اس خیال کی پر زور تردید کی کیوں کہ اس خیال نے ان صوفیائے خام کو تکلیفات شرعیہ سے غافل کردیا تھا اور عوام ان کی پیروی میں گمراہ ہو رہے تھے ـ چنانچہ سید احمد قادری کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں ـ

''شریعت و طریقت ایک دوسرے کے عین ہیں ـ حقیقت میں ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں ہیں ـ ان میں صرف اجمال و تفصیل، استدلال و کشف، غیب و شہادت اور تعمل اور عدم تعمل کا فرق ہے ـ وہ احکام و علوم جو شریعت غرا کی روشنی میں ظاہر و معلوم ہوگئے ہیں حقیقت حق الیقین کے تحقق کے بعد بھی احکام و علوم بعینہا مفصل طور پر منکشف ہوتے ہیں ......
اگر ان دونوں میں بال برابر بھی فرق ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ حقیقت الحقائق تک ابھی رسائی نہیں ہوئی ـ،، (۳)

موصوف کا یہ فرمانا کہ شریعت و طریقت ایک دوسرے کے عین ہیں، مسلک اقبال کا بھی آئینہ دار ہے ـ اقبال، سرہندی کے اس نظریہ سے متاثر ہوئے اور انہوں نے بھی طریقت کو عین شریعت سمجھا اور اس پر خاص زور دیا ـ چنانچہ مثنوی ''پس چہ باید کرد اے اقوام شرق،، میں ''در اسرار شریعت،، کے عنوان سے تحریر فرماتے ہیں:

آدمی اندر جہان خیر و شر — کم شناسد نفع خود را از ضرر
کس نداند زشت و خوب کار چیست — جادۂ ہموار و ناہموار چیست
شرع بر خیزد ز اعماق حیات — روشن از نورش ظلام کائنات

---

۲ ـ شیخ عطاء اللہ : اقبال نامہ جلد دوم مکتوب ۱۹ ـ مطبوعہ لاہور ـ ۱۹۵۱ع
۳ ـ شیخ احمد سرہندی: مکتوبات شریف ـ جلد اول حصہ دوم ـ مطبوعہ امرتسر ۱۳۳۳ھ ـ مکتوب ۸۳، ص ۷۸

گر جہاں داند حرامش را حرام — تا قیامت پختہ ماند ایں نظام
نیست ایں کار فقیہان اے پسر — با نگاہے دیگرے او را نگر
حکمتش از عدل ست و تسلیم و رضاست — بیخ او اندر ضمیر مصطفیٰ ست
از فراق است آرزوہا سینہ تاب — تو نمانی چون شود ''او،، بے حجاب
از جدائی گرچہ جاں آید بلب — وصل او کم جو، رضائے او طلب
مصطفیٰ داد از رضائے او خبر — نیست در احکام دین چیزے دگر
تخت جم پوشیدہ زیر بوریاست — فقر و شاہی از مقامات رضا است
حکم سلطان گیرو از حکمش منال — روز میدان نیست روز قیل و قال
تا توانی گردن از حکمش مپیچ — تا نہ پیچد گردن از حکم تو ہیچ

از شریعت احسن التقویم شو
وارث ایمان ابراہیم شو(۴)

مندرجہ بالا نظم میں یہ مصرعے قابل غور ہیں کہ ان میں شریعت و طریقت دونوں کا حاصل موجود ہے

ع با نگاہے دیگرے اورا نگر
ع وصل او کم جو، رضائے او طلب
ع فقر وشاہی از مقامات رضا است

اقبال اسی مثنوی میں ''طریقت،، کے متعلق فرماتے ہیں:

پس طریقت چیست اے والا صفات — شرع را دیدن باعماق حیات
فاش می خواہی اگر اسرار دیں — جز بہ اعماق ضمیر خود مبین
گر نہ بینی، دین تو مجبوری ست — این چنیں دیں از خدا مہجوری ست
بندہ تاحق را نہ بیند آشکار — بر نمی آید ز جبر و اختیار
تو یکے در فطرت خود غوطہ زن — مرد حق شو بر ظن و تخمین متن
تابہ بینی زشت و خوب کار چیست — اندر این نہ پردہ اسرار چیست
ہر کہ از سر نبی گیرد نصیب — ہم بہ جبریل امیں گردد قریب (۵)

---

۴ ــ اقبال ـ مثنوی ''پس چہ باید کرد اے اقوام شرق،، مطبوعہ لاہور ۱۹۳۶ع ـ ص ۳۸ ـ ۴۰

۵ ــ ایضاً، ص ۱ ـ ۴۰

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved ©2002-2006

طریقت کے بارے میں اقبال کا یہ نظریہ کہ ''شرع را دیدن به اعماق حیات،، شیخ احمد سرہندی کے تاثرات کی بھی نیابت کر رہا ہے۔

ظفر احمد صدیقی کے نام جو مکتوب اقبال نے تحریر فرمایا تھا اس سے بھی شریعت و طریقت کے ربط کی تشریح میں رہنمائی ہوتی ہے:

''بہر حال حدود خودی کے تعین کا نام شریعت ہے اور شریعت اپنے قلب کی گہرائیوں میں محسوس کرنے کا نام طریقت ہے۔ جب احکام الہی خودی میں اس حد تک سرایت کر جائیں کہ خودی کے پرئیوٹ امیال و عواطف باقی نہ رہیں اور صرف رضائے الہی اس کا مقصد ہو جائے تو زندگی کی اس کیفیت کو بعض اکابر صوفیائے اسلام نے فنا کہا ہے، بعض نے اسی کا نام بقا رکھا ہے۔،، (۶)

شیخ احمد نے اس کیفیت کو ''بقا،، سے تعبیر کیا ہے اور یہی علامہ کا مسلک ہے۔

علامہ اقوام عالم کی خودی کو قانون الہی کا تابع دیکھنا چاہتے ہیں اس سے بھی شریعت یا قانون الہی کی ہمہ گیر اہمیت واضح ہوتی ہے۔ ان کے نزدیک امن عالم کا یہی ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ چنانچہ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

''جمعیت اقوام جو زمانۂ حال میں بنائی گئی ہے اس کی تاریخ بھی یہی ظاہر کرتی ہے کہ جب تک اقوام کی خودی قانون الہی کی پابند نہ ہو امن عالم کی کوئی سبیل نہیں نکل سکتی۔،، (۷)

شریعت کے حیات انسانی و اجتماعی میں اس ہمہ گیر مقام کا تقاضہ ہے کہ اہل دل افراد کا وجود تو ہو مگر دامن ہوش و خرد انکے ہاتھ سے نہ جائے۔ یہی لطیف خیال اقبال کے دیگر مسلکات تصوف کے بارے میں نقطۂ نظر کی بنیاد بنتا ہے اور یہی خیال اسلام کی احیاء کی کوششوں میں شیخ احمد سرہندی

---

۶ — شیخ عطاء اللہ ـ اقبال نامہ، جلد اول ـ مطبوعہ لاہور ـ مکتوب ۱۰۳ محررہ ۱۳ دسمبر ۱۹۳۶ء ـ ص ۲۰۲-۲۰۳۔

۷ — ایضاً

کے ہاں بھی کلیدی معلوم ہوتا ہے جس سے رقص و موسیقی کے بارہ میں انکے رجحان کی تشکیل ہوتی ہے۔

اقبال نے بزم ارسطو کی فرمائش پر انگلستان میں ایک لیکچر دیا تھا جس کا عنوان تھا ''کیا مذہب ممکن ہے؟،، ۔ اس میں علامہ اقبال موسیقی کو بھی ضمناً زیر بحث لائے ہیں۔ اسلئے کہ موسیقی مختلف اقوام میں مناسک مذھبیہ سے وابستہ رہی ہے نیز اہل روحانیت میں سے کئی روح کی بیداری کے لئے اسکو ذریعہ سمجھتے ہیں۔ مگر اقبال فرماتے ہیں کہ

> ''اسلامی تصوف نے تو اس خیال سے کہ ہمارے مشاھدات میں جذبات کی آمیزش نہ ہونے پائے موسیقی تک کو عبادت میں جگہ نہیں دی۔ بعینہ اس نے صلواۃ با جماعت پر زور دیا کہ ایسا نہ ہو کہ ہمارے مراقبوں اور ہمارے ذکر فکر سے مصالح جماعت کو نقصان پہنچے،، (۸)

اس بیان میں علامہ نے تین باتیں پیش کی ہیں:

(ا) اسلامی تصوف نے موسیقی کو جزو عبادت قرار نہیں دیا۔

(ب) اسلامی تصوف جذبات کی آمیزش سے بالا تر عبادت کی خواہاں ہے۔

(ج) اسلامی تصوف نے نماز با جماعت پر زور دیا ہے۔

موسیقی سے متعلق علامہ کے مندرجہ بالا خیالات شیخ احمد سرھندی کے نظریات پرمبنی ہیں۔ یہاں بالترتیب ان کی وضاحت کی جاتی ہے۔

ھند و بیرون ھند کے بعض صوفیاء نے سماع مزامیر کو جزو عبادت بنالیا تھا۔ چنانچہ مولانا جلال الدین رومی جو اقبال کے مرشد روحانی ہیں انہوں نے رقص و پاکوبی اور سماع مزامیر کو نہ صرف جائز قرار دیا بلکہ خود اس پر عمل کیا۔ مگر انکے برخلاف ھندوستان میں شیخ احمد سرھندی کی شخصیت وہ ہے جس نے موسیقی و سماع کے خلاف شدت اختیار کی اور یہ بتایا کہ فقہائے اسلام نے اس کو جائز قرار نہیں دیا ہے بلکہ ان کے نزدیک یہ حرام ہے۔ چنانچہ وہ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

---

۸ ــ ڈاکٹر محمد اقبال: ''تشکیل جدید الہیات،، (ترجمہ اردو سید نذیر نیازی) مطبوعہ لاھور۔ سنہ ۱۹۵۸ع

"آیات و احادیث فقہیہ در حرمت غنا بسیار است بحدیکہ احصائے آن متعذر است معذلك ۔ اگر شخصے حدیث منسوخ یا روایت شاذہ را در اباحت سرود بیارد اعتبار باید کرد ۔ زیرا کہ ہیچ فقیہے در ہیچ وقتے و زمانے فتوی بہ اباحت سرود ندادہ است و رقص و پا کوبی را مجوز نداشتہ ——— صوفیان خام این وقت عمل پیران خود را بہانہ ساختہ، سرود و رقص را دین و ملت خود گرفتہ اند و طاعت و عبادت ساختہ ۔ اولئك الذین اتخذوا دینهم لهو اولعبا۔(۹)

اس مکتوب سے معلوم ہوتا ہے شیخ احمد سرہندی سماع مزامیر اور رقص و پا کوبی کو مقاصد شریعت کے مناسب حال نہ تصور فرماتے تھے ۔ اس خصوص میں فقہ کے فتویٰ کو دین متین کے مطابق جانتے تھے ۔ علامہ اقبال نے بھی انہیں خیالات کا اظہار کیا ہے ۔

علامہ مرحوم نے حرمت رقص و سرود کی جو حکمت بیان کی وہ یہ ہے کہ عبادت میں جذبات کی آمیزش نہ ہونے پائے ۔ سرہندی نے جو مکتوب ملا احمد کے نام ارسال فرمایا تھا اس میں بھی اسی حکمت کی طرف اشارہ تھا ۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں :

"آپ کی جو پہلے حالت تھی وہ وجد و سماع کی طرح تھی جس کا تعلق جسد سے تھا ۔ اور جو حالت اب حاصل ہوئی ہے اس میں جسد کا کوئی حصہ نہیں ۔ اس کا زیادہ تعلق قلب اور روح کے ساتھ ہے ۔ اس معنی کا بیان تفصیل چاہتا ہے ۔ حاصل یہ ہے کہ یہ حالت پہلی حالت سے کئی حصہ بہتر ہے ۔ اور ذوق کا نہ پانا اور خوشی کا دور ہونا ذوق و خوشی کے پانے سے بہتر ہے کیوں کہ نسبت جس قدر جہالت و حیرت میں ترقی کرے اور جسد سے دور تر ہو اسی قدر اصیل ہے اور مقصد حاصل ہونے کے نزدیک تر ہے ۔ اس لئے اس مقام میں عجزو جہل کے سوا کسی اور چیز کی گنجائش نہیں ہے ۔ جہل کو معرفت سے تعبیر کرتے ہیں ۔ اور عجز کا نام ادراک رکھتے ہیں ۔ آپ نے لکھا تھا کہ وہ تاثیر جو پہلے تھی اب نہیں رہی، ہاں تاثیر جسدی نہیں رہی ۔ لیکن تاثیر

---

۹ — شیخ احمد سرہندی — مکتوبات شریف، دفتر اول ، مطبوعہ امرتسر ۱۳۲۷ھ مکتوب۲۶۶، ص ۱۳۶

روحی زیادہ تر حاصل ہوگئی۔ لیکن ہر شخص اس کا ادراک نہیں کرسکتا۔،،(۱۰)

تیسری بات جو علامہ نے بیان فرمائی یہ ہے کہ اسلامی تصوف نے نماز با جماعت کی تاکید کی ہے اور اس نے موسیقی کو مذموم قرار دیا ہے۔ سرہندی کے ایسے بیشمار مکتوب ہیں جن میں سماع مزامیر کو مذموم قرار دیتے ہوئے نماز پر زور دیا ہے اور اس کی حکمتوں کو بیان کیا ہے۔ مثلاً ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

''از عدم آگهی حقیقت نماز است که جم غفیر ازیں طائفه تسکین اضطرب خود را از سماع و نغمه و وجد و تواجد جستند و مطلوب خود را در پرده هائے نغمه مطالعه نمودند۔ جرم رقص و رقاصی دیدن خود گرفتند با آن که شنیده باشند ماجعل الله فی الحرام شفاء۔ بلے! الفریق یتعلق بکل حشیش و حب الشئی یعمیٔ ویصم۔ اگر شمه از حقیقت کمالات صلواتیه بر ایشان منکشف شدے هرگز دم ازسماع و نغمه نزدندے و باوجد و تواجد نه کردندے ع

چون ندیدند حقیقت ره فسانه زدند،،(۱۱)

اس میں شک نہیں کہ موسیقی سے متعلق علامہ نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ حضرت مجدد الف ثانی سے تاثر کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔ سماع و موسیقی اور رقص و پا کوبی پر صوفیان کرام پر اہل طریقت میں سے تنقید کسی نے نہیں کی۔ مجدد الف ثانی مگر اس خصوص میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ اقبال پر جیسا کہ سمجھا جاتا ہے اور جیسا کہ اقبال نے بھی کہا ہے ان پر سب سے زیادہ اثر جلال الدین رومی کا پڑا ہے۔ مگر جہاں تک موسیقی اور رقص و پا کوبی کا سوال ہے رومی کا مسلک بالکل جداگانہ ہے

---

۱۰ — شیخ احمد سرہندی — مکتوب شریف جلد اول ترجمہ و تلخیص محمد ہدایت علی موسومہ بہ در لاثانی۔ مطبوعہ اعظم گڑھ سنہ ۱۳۵۷ھ ص-۱۲۵
۱۹۳۹

۱۱ — شیخ احمد سرہندی — مکتوبات شریف جلد اول مطبوعہ امرتسر ۱۳۲۷ھ ص ۹۷، ۲۶۱

وہ اسے مباح سمجھتے ہیں اور بذات خود سماع کے بانی ہیں ۔ انقرہ یونیورسٹی کی فاضلہ ڈاکٹر ملیحہ نے عفلقی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ مولانا رومی نے سرود و نغمہ اور رقص و رقاصی کو داخل عبادت کرلیا تھا اور ایسی صلح کل پالیسی اختیار کی کہ مسلم و کافر سبھی ان کے ارد گرد جمع ہوگئے۔ حضرت مجدد الف ثانی اور علامہ اقبال کی تعلیمات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی روش اس کے بالکل مخالف تھی ۔ اگر اس خصوص میں علامہ اقبال رومی سے متاثر ہوتے تو سرود، موسیقی اور رقص پر سخت تنقید نہ کرتے ۔ یہ شیخ احمد سرہندی کے اثرات ہی ہیں جن کی وجہ سے اقبال نے ان چیزوں کو مذموم قرار دیا ۔

علامہ کے کلام کا اہم مجموعہ ضرب کلیم کے نام سے ۱۹۳۵ع میں منظر عام پر آیا ۔ بقول یوسف سلیم چشتی اسی سنہ میں علامہ نے حضرت مجدد الف ثانی کے مزار مبارک کی زیارت کی اور بڑے گہرے اثرات لے کر واپس لوٹے تھے ۔ ضرب کلیم میں علامہ نے رقص و موسیقی پر تنقید کی ہے۔ اس میں ''ادبیات و فنون لطیفہ،، کے عنوان کے تحت جو منظومات ہیں ان میں ''سرود حرام،، کے عنوان سے یہ نظم ملتی ہے :

نہ میرے ذکر میں ہے صوفیوں کا سوز و سرور
نہ میرا فکر ہے پیمانۂ ثواب و عذاب
خدا کرے کہ اسے اتفاق ہو مجھ سے
فقیہ شہر کہ ہے محرم حدیث و کتاب
اگر نوا میں ہے پوشیدہ موت کا پیغام
حرام میری نگاہوں میں نائے و چنگ و رباب(۱۲)

''سرود حلال،، کے عنوان سے یہ نظم ملتی ہے :

کھل تو جاتا ہے مغنی کے بم و زیر سے دل
نہ رہا زندہ و پایندہ تو کیا دل کی کشود
ہے ابھی سینۂ افلاک میں پنہاں وہ نوا
جس کی گرمی سے پگھل جائے ستاروں کا وجود
جس کی تاثیر سے آدم ہو غم و خوف سے پاک

---

۱۲ — محمد اقبال — ضرب کلیم، مطبوعہ لاہور، ۱۹۴۴ع، ص ۱۲۵

اور پیدا ہو ایازی سے مقام محمود
مہ و انجم کا یہ حیرت کدہ باقی نہ رہے
تو رہے اور ترا زمزمہ لاموجود
جس کو مشروع سمجھتے ہیں فقیہان خودی
منتظر ہے کسی مطرب کا ابھی تک وہ سرود (۱۳)

ایک نظم کا عنوان ہے ''موسیقی،،۔ اس میں فرماتے ہیں:

وہ نغمہ سردیٔ خون غزل سرا کی دلیل
کہ جس کو سن کے ترا چہرہ تابناک نہیں
نوا کو کرتا ہے موج نفس سے زہر آلود
وہ نے نواز جس کا ضمیر پاک نہیں؟
پھرا میں مشرق و مغرب کے لالہ زاروں میں
کسی چمن میں گریبان لالہ چاک نہیں (۱۴)

اور ''رقص،، کے عنوان سے یہ نظم ملتی ہے:

چھوڑ یورپ کے لئے رقص بدن کے خم و پیچ
روح کے رقص میں ہے ضرب کلیم اللہی
صلہ اِس رقص کا ہے تشنگی کام و دہن
صلہ اُس رقص کا ہے درویشی و شہنشاہی

مندرجہ بالا منظومات سے اندازہ ہوتا ہے کہ علامہ کے نزدیک اگر نغمہ بجائے تحریک عمل کا باعث ہونے کے بے عمل بنا دے تو وہ حرام ہے۔ ہندوستانی خانقاہوں میں سماع اور موسیقی نے خانقاہ نشینوں کی زندگی کو بے عمل بنا کر رکھدیا تھا اس کا علامہ کو بڑا دکھ تھا اور اس کے خلاف انہوں نے بہت کچھ لکھا ہے۔ علامہ جسمانی رقص کے قائل نہیں بلکہ روح کو رقص کرتا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس میں ان کو شاہی نظر آتی ہے۔ وہ اس سرود کے قائل ہیں جس کی گرمی سے ستارے پگھل جائیں، جو دنیا سے بے نیاز بنا کر اللہ اور صرف اللہ کا نیاز مند بنادے لیکن یہ سرود ہے کہاں ع

منتظر ہے کسی مطرب کا ابھی تک یہ سرود

---

۱۳ — ایضاً، ص ۱۲۴

۱۴ — ایضاً ص ۱۳۲

www.IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved.

علامہ اقبال نے ''ادبیات و فنون لطیفہ،، کے عنوان سے جو منظومات لکھی ھیں ان میں ایک نظم ھے جس کا عنوان ھے ''مرد بزرگ،،۔ اس نظم میں ایسے انسان کی شبیہ ملتی ھے جو شریعت و طریقت کے امتزاج کا حاصل ھے۔ اسکی خصوصیات کی تعریف میں اقبال یوں نغمہ سرا ھیں:

اس کی نفرت بھی عمیق، اس کی محبت بھی عمیق
قہر بھی اس کا ھے اللہ کے بندوں پہ شفیق
پرورش پاتا ھے تقلید کی تاریکی میں
ھے مگر اس کی طبیعت کا تقاضا تخلیق
انجمن میں بھی میسر رھی خلوت اس کو
شمع محفل کی طرح سب سے جدا سب کا رفیق
مثل خورشید سحر فکر کی تابانی ھے
بات میں سادہ و آزادہ، معانی میں دقیق
اس کا انداز نظر اپنے زمانے سے جدا
اس کے احوال سے محرم نہیں پیران طریق (۱۵)

---

۱۵ — ایضاً، ص ۱۲۹